یہود و نصاریٰ
تاریخ کے آئینہ میں
تالیف
امام ابن القیم الجوزیہ
مترجم
علامہ الشیخ زبیر احمد صاحب
تصحیح و تقدیم
مولانا مختار احمد ندوی
مکتبۃ البخاری
گلستان کالونی نزد صابری پارک لیاری ٹاؤن کراچی
فون - 7520385
0300-2140865

یہود و نصاریٰ

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف

امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

شیخ علامہ زبیر احمد صاحب

تصحیح و تقدیم

مولانا مختار احمد ندوی صاحب

مکتبۃ البخاری

نزد صابری مسجد، گلستان کالونی، لیاری ٹاؤن، کراچی۔

فون: 2529008, 2520385 موبائل: 0300-2140865

نام کتاب	....	یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں
تالیف	....	امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و تقدیم	....	مولانا مختار احمد ندوی
ناشر	....	مکتبۃ البخاری۔ کراچی
تعداد	....	1100
طبع	....	اول
زیر اہتمام	....	شیخ محسن اکرم
پریس	....	الجنت پرنٹنگ پریس، کراچی

اسٹاکسٹ

مکتبہ انعامیہ

دکان نمبر 24، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 0300-2918396-2216814
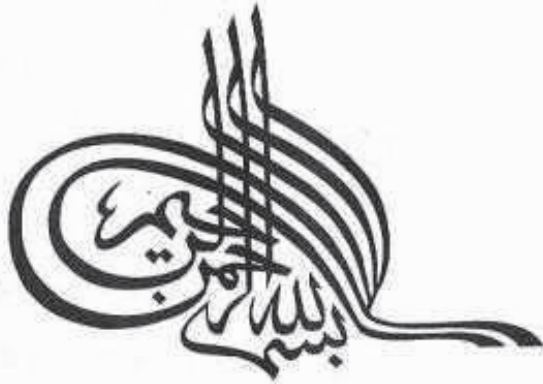
حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کی روشنی میں آپ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا:

انا سید ولد ادم ولا فخر ادم فمن دونه تحت لوائی، وانا خطیب الانبیاء اذا وفد و امامهم اذا اجتمعوا ومبشرهم اذا ایسوا لوا الحمد بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی

میں آدم کی اولاد ہوں اور میں بطور فخر نہیں کہتا ہوں، آدم اور ان کے علاوہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہیں، میں انبیاء کا خطیب ہوں جب وہ وفد کی شکل میں جائیں اور ان کا امام ہوں جب وہ اکٹھا ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے نزدیک بنی آدم میں سب سے معزز ہوں۔

نصاریٰ ایک ایسے مسیح پر ایمان رکھتے جس کا کوئی وجود نہیں اور یہود دجال کے منتظر ہیں

(۷) حضرت مسیح نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا: مجھے کچھ بھی اختیار نہیں ہے اس میں در حقیقت توحید کا اثبات مقصود تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ تمام معاملات کا وقوع اللہ کی ذات سے ہے میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔

یہی بات رسول ﷺ کے متعلق اللہ رب العالمین نے کہی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (ال عمران۔128)

اے نبی خدا کے معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

غرض کہ رسول ﷺ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے اقوال میں اس قدر موافقت پائی جاتی ہے کہ دونوں کو رسول تسلیم کئے ہوئے ایمان مکمل نہیں ہوسکتا، ایک کے انکار سے دوسرے کی تکذیب لازم ہے، اور ایک کا مصداق ثابت کرنے کے لیے دوسرے کی تصدیق ضروری ہے، صرف تنہا ایک کی تصدیق ایمان کے لیے کافی نہیں ہوسکتی بلکہ جس نے بھی حضور کی تکذیب کر کے حضرت مسیح کے

پیرو ہونے کا دعویٰ کیا وہ یقیناً حقیقی مسیح کا منکر ہے البتہ وہ خود ساختہ مسیح کا پیرو بن سکتا ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔

یوحنا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی کتاب اخبار الحواریین (جس کو ان کی زبان میں اقرا کیس کہا جاتا ہے) اپنے احباب کو نصیحت کرتے ہوئی کہا تھا:

میرے دوستوں! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم ہر روح پر ایمان لاؤ البتہ اللہ کی جانب سے جو روح اس کو اس کے غیر سے ممتاز کرلو اور یہ جان لو کہ جو روح اس بات کا اقرار کرے کہ عیسیٰ بن مریم آئے ہیں اور وہ جسم والے تھے تو وہ روح خدا کی جانب سے ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ خدا کی جانب سے نہیں ہے بلکہ مسیح کذاب کی جانب سے جو اس وقت دنیا میں ہے۔

چنانچہ مسلمان حقیقی مسیح پر ایمان لائے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے کلمے اور روح ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور نصاریٰ ایک ایسے مسیح کذاب پر ایمان لائے جو اپنے اور اپنی ماں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اور میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایسے کسی مسیح کذاب کا وجود ہے تو وہ اسی مسیح دجال کا بھائی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور وہی مسیح دجال یہودیوں کا نبی ٹھہرے گا جس کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔

پس حق نہ قبول کرنے کا بدلہ اسی طرح باطل سے دیا جاتا ہے۔

ابلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کرنیوالے کا بدلہ

حق نہ قبول کرنے کے نتیجہ میں باطل پسندوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ابلیس نے تکبر کی بناء پر حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ لیکن صرف ایک سجدہ نہ کرنے کے نتیجے میں اسے ہمیشہ کے لئے فاسقین و مجرمین کی بدترین قیادت ملی۔

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو بندہ ماننے سے انکار کیا اس کے نتیجے میں ان کو ایک ایسے معبود پر قانع ہونا پڑا جو بیچارہ یہودیوں کے ہاتھوں ایسے ظلم کا شکار ہو چکا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مثلاً اسے طمانچے سے مارا گیا، اسکے چہرے پر تھوکا گیا، اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، یہاں تک کہ اس کو سولی بھی دے دی گئی۔

یہ نصاریٰ کے اس تکبر اور خودداری کا ذلت آمیز انجام ہے جو انھوں نے حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننے سے انکار کیا تھا، اللہ کے لئے انھوں نے بیوی اور بیٹا مان رکھا تھا، حالانکہ اپنے پادریوں کو اس سے منزہ قرار دیتے تھے۔ اللہ رب العالمین وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر ان پادریوں کی باتوں کو انھوں نے اپنے لئے قول حق سمجھ رکھا تھا جنھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو اپنی طبیعتوں سے حرام کر لیا تھا۔

اسی طرح جہمیہ نے اللہ کے لئے صفت علو کا انکار کیا اور قرآن کریم کی ان آیتوں کی مخالفت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات سے جدا ساتویں آسمان پر عرش کے اوپر ہے، کیونکہ ان کے خیال باطل کے مطابق ایسی صورت میں خدا کو محصور و محدود ماننا پڑے گا۔ لیکن پھر انھوں نے، کنواں، تالاب، قید خانہ اور تمام نجاسات کے اندر خدا کو محصور کر دیا یہ درحقیقت اسی حق سے اعراض کرنے کا نتیجہ تھا جس کی بناء پر وہ رتو ندھ کے مرض میں مبتلا رہے اور حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسی ایسی بے تکی اور بے بنیاد باتیں کہیں جن کو سن کر عاقل آدمی کو بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ اور شیطان ان کا خوب مذاق اڑاتا ہے۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب میں جاؤں گا تو اس رسول کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اس سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ مسیح کو اختیار حاصل تھا اور انھوں نے آپ کو بھیجا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں تمہارے پاس بھیج دے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی حاکم کے بھیجنے پر وہ یقیناً یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہی درحقیقت بھیجنے کا سبب بنا ہے۔ بالکل یہی حیثیت حضرت مسیح کی بھی ہے۔

اللہ رب العالمین کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے ان اسباب میں ایک سبب دعا بھی ہے۔ جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اجابت کے شرف سے نوازتے ہوئے اپنے اس فیصلے کو پورا کر دیتا ہے جس کو اس نے پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا۔ اس طرح مومن کی دعا اس کام کے وقوع پزیر ہونے کے لئے صرف ایک وسیلہ بن جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (البقرۃ۔129)

اے ہمارے رب ان کے درمیان انھیں میں کا ایک رسول بنا کر بھیج جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت کرے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بھیجنے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اور آپ کے نام کا اعلان بھی کر دیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نبی کب ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی ہوا جب کہ آدم روح اور جسم کے

درمیان تھے۔ آپ نے مزید یہ فرمایا کہ میرا نام خاتم النبیین اس وقت لکھ دیا گیا تھا جب کہ آدم اپنی گیلی مٹی میں لیٹے ہوئے تھے۔

اسی طرح اللہ نے مسلمانوں کے لئے غزوہ بدر میں فتح ونصرت پہلے ہی سے مقدر کردی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری مدد کے لئے سبب بنی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بارش کے نازل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، لیکن بندوں کی دعائیں نزول رحمت کا سبب بنتی ہیں۔

اسی طرح کسی کو بخشنا اور ہدایت دینا چاہتا ہے لیکن اس کو معلق کردیتا ہے اس بندے کی دعا اور توبہ واستغفار پر۔

چنانچہ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی حضرت ابراہیمؑ کے مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے دعا کی تھی لیکن چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں دعا کی تھی اس لئے اس کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے کیا اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد فریاد کئے ہوں گے۔ اس لئے اس کا تذکرہ اللہ نے نہیں کیا۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔ ان کا یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے کس قدر موافق ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح تمہارے درمیان عادل حکم اور منصف امام کی حیثیت سے نازل ہونگے اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے، جزیہ اتار دیں گے آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ جو بھی اس نبی سے ملاقات کرے وہ میرا سلام ان تک پہونچادے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس نے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔

فصل

توراۃ کا یہ جملہ بیان کیا جاچکا ہے کہ سینا سے اللہ نمودار ہوا اور ساعیر سے اس کی تجلی پھوٹی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا۔ علماء اسلام نے اس قول کی تشریح کی ہے۔

چنانچہ ابومحمد قتیبہ کہتے ہیں کہ ہر صاحب بصیرت پر یہ بات واضح ہے کہ سینا پر خدا کے نمودار ہونے سے مراد توراۃ کا نزول ہے جو طور سینا میں حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور اس بات پر اہل کتاب اور مسلمان سب متفق ہیں۔

اور ساعیر سے روشنی پھوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں انجیل کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا حضرت مسیح عیر کے علاقے میں ناصرہ نامی ایک گاؤں میں رہتے تھے جو حضرت ابراہیم کا مسکن تھا اسی مناسبت سے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح خدا کا فاران سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ تسلیم کرنا واجب ہوگا کہ اس سے مراد قرآن کا نزول ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

اور جبال فاران سے مراد مکہ کے پہاڑ ہیں جس کو مسلمان اور اہل کتاب سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس ثابت شدہ حقیقت کا بھی یہ لوگ انکار کر بیٹھیں تو ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تو تحریف اور دروغ گوئی کے خوگر ہو چکے ہیں، لیکن بہر حال ہم ان کے خلاف دلیل قائم کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیا توراۃ کے اندر یہ مذکور نہیں کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو فاران میں ٹھہرایا تھا۔ پھر آخر وہ مقام فاران کہاں ہے، جہاں اللہ کا ظہور ہوا اور وہ نبی کون ہیں جن کے اوپر مسیح کے بعد کتاب نازل ہوئی اور وہ کون سا دین ہے جو اسلام کی طرح مشرق ومغرب میں غالب ہوا۔

بعض علماء اسلام کا کہنا ہے کہ ساعیر شام کے اندر ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اس کے جانب قریہ بیت لحم ہے۔ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ جسے آج ساعیر